طوفانِ بادوباراں ریٹا سے فرار

شیتل نیستا

پیش گوئی کی گئی تھی کہ طوفان بادو باراں، ریٹا اپنی تمام قہر سامانیوں کے ساتھ آنے والا ھے۔ چنانچہ ھیوسٹن، ٹکسا س سے ھجرت کرنے والوں کا ایک بحریے کراں شاھراھوں پر موج زن ھو گیا۔ گاڑیوں کا ایسا فقید المثال اژد ھام کہ الامان و الحفیظ۔ ۲۵ لاکھ گاڑیوں کی اس بھیڑ میں شیتل نیستا بھی تھیں جنھوں نے ۲۱ ستمبر کو ھیوسٹن کو الوداع کھا تھا۔ آسٹن میں واقع اپنے والدین کے گھر، ۲۴۳ کلومیٹر مسافت میں تقریباً ۳۰ گھنٹے لگ گئے۔ زیر نظر مضمون اسی جانکاہ سفر کی لرزہ خیز روداد ھے۔

پیر، ستمبر ۱۹

جس گرم سیر طوفانِ بادو باراں ریٹا کے بارے میں پیش گوئی کی گئی ہے کہ وہ ایک تباہ کن طوفان کی شکل میں ٹکساس کے ساحلی میدانوں پر قہر برپا کرنے والا ہے، اسے آنے میں ابھی چھ دن باقی ہیں۔ صنعتِ توانائی کے ایک بہت بڑے مرکز ہیوسٹن کے پریشان و خائف باشندے نیشنل ہری کین سنٹر ویب سائٹ پر بے قراری سے طوفان کی کیفیات وتفصیلات نیز مشورے سن رہے ہیں۔ کیٹرینا طوفان کے ہاتھوں نیو اور لینز کی تباہی و بربادی کا حال جاننے کے بعد ہم لوگ اس کشمکش میں گرفتار ہیں کہ یہاں قیام کریں یا چھوڑ کر چلے جائیں اور اگر جائیں تو بھلا کب جائیں۔ جو طوفان ہم لوگوں کی طرف بڑھ رہا ہے، اس میں زمرہ ۵ کے طوفان میں تبدیل ہو جانے کی تمام تر صلاحیت موجود ہے۔ واضح ہو کہ ۲۵۰ کلومیٹر کی رفتار والے زمرہ ۵ کے طوفان، راہ میں آنے والی تمام چیزوں کو پارہ پارہ کر دیتے ہیں۔

میرے بیشتر رفقاء کار، ہوائی جہاز کے ذریعے، نیو یارک یا واشنگٹن ڈی سی جا رہے ہیں جہاں کمپنی کے دوسرے دفاتر واقع ہیں۔ میں محض تین گھنٹوں کی مسافت پر واقع آسٹن میں رہ کر کام کرنا چاہتی ہوں کیونکہ اس طرح میں اپنے خاندان کے ساتھ قیام کر سکوں گی۔ بھیڑ بھاڑ سے بچنے کے لئے میں نے بدھ کی شام کو روانہ ہونے کا پروگرام بنایا ہے۔ میرے افسر بالا نے، کار کے گیس ٹینک کو بھروانے کی تاکید کی ہے۔

ستمبر ۲۰

اب عالم یہ تھا کہ ہر شخص مصروف عمل تھا خواہ وہ کھڑکیوں پر چڑھنا اور اسے بند کرنا ہی کیوں نہ ہو۔ سہ پہر تک ریٹا، زمرہ ۲ کا طوفان تھا جس کی تند و تیز ہواؤں کی رفتار ۱۶۰ کلومیٹر فی گھنٹہ تھی۔

شام تک، خبروں کے چینلوں نے یہ خبر دی کہ میئر، جنھوں نے لوگوں سے از خود ساحلی علاقے چھوڑ دینے کی درخواست کی تھی، اب انھوں نے اسے لازمی قرار دے دیا ہے۔ ہارڈ ویئر اور تعمیراتی ساز و سامان کی دکانیں بیٹریوں، فلیش لائٹوں اور پلائی ووڈ سے خالی ہوگئی ہیں جن سے کھڑکیوں کو جڑنا تھا۔ پنساری کی دکانیں پانی کی بوتلوں، یہاں تک کہ اشیاء خورد و نوش سے خالی ہوتی جا رہی ہیں۔ گیسولین لینے کے لئے قطار مغربی جانب، آسٹن کی مسافت کے برابر طویل ہو چکی ہے۔ ایسی صورت حال میں، جس کسی نے بھی ہوٹل کا کمرہ یا ہوائی جہاز کا ٹکٹ نہیں بک کرایا ہے، اس نے یقیناً تاخیر کر دی ہے۔

ستمبر ۲۱

آفس میں، صبح کے وقت، انتظامیہ کی میٹنگ نے انخلاء کے پروگرام پر عمل درآمد کو تیز تر کر دیا ہے۔ ریٹا اب زمرہ ۵ کا طوفان بن چکا ہے جو سیدھا ہماری جانب بڑھ رہا ہے۔ میں اپنے ڈیسک کو بند کرتی ہوں۔ یہ ڈیسک ۳۸ ویں منزل پر ایک کھڑکی کے قریب ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تیز ہواؤں میں کھڑکیاں دفعتاً اڑ جاتی ہیں اور کاغذات ہیوسٹن کی گرد آلو فضا میں گم ہو جاتی ہیں۔

گھر پر بھی میں تقریباً اسی قسم کی تیاریاں کرتی ہوں اور اس دوران مقامی ٹی وی اسٹیشن کے پروگرام پر بھی نظر رکھتی ہوں جو کم و بیش ایک جیسے ہیں: طوفان کی رہگذر، انخلا کے راستوں کا نقشہ، ٹریفک کی تازہ ترین صورت حال وغیرہ اور اسی کا بار بار اعادہ۔ میں نے سوچا، ”کیا ان چیزوں کو بتانے کی واقعی ضرورت ہے؟“ لیکن تب ہی میرا ذاتی جذباتی انتشار اور میری حیرانگی میرے وجود پر محیط ہو جاتی ہے۔ عام طور پر جب میں ختم ہفتہ کے دن آسٹن جاتی ہوں تو چند ملبوسات اور چند تولئے وغیرہ ایک بیگ میں ڈالتی ہوں اور پھر اس بیگ کو کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال کر چل دیتی ہوں لیکن اس بار صورت حال کچھ مختلف تھی۔ میری رہائش گاہ کی ہر شے بڑی اور فیصلہ طلب نظر آ رہی تھی۔ بڑے سامانوں کو تو میں نہیں لے جا سکتی تھی۔ چھوٹی چیزیں ضرور لے جائی جا سکتی ہیں مگر وقت آڑے آتا ہے۔ آخر میں، میں روزمرّہ پہننے جانے والے چند کپڑے اور جوتے، لانڈری، لیپ ٹاپ، تصویروں کا مجموعہ، اہم کاغذات کا فائل باکس، زیورات اور پاسپورٹ لے لیتی ہوں۔ جو چیزیں نہیں لے جا سکتی، انھیں ایک اونچی جگہ رکھ دیتی ہوں۔ اب بھلا وہ اونچی جگہ کیا ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے میرا پلنگ۔

طوفان بادوباراں سے بچ کر نکل آنے والے لوگ ھائی وے ۲۹۰ پر کھڑے ھیں جسے بعد میں ھریکین ریتا کی تباھیوں سے بچنے والے لوگوں کے لئے ستمبر ۲۲، ۲۰۰۵ میں ایک پارکنگ مقام بنادیا گیا۔

۳.۳۰ رات

پانچ گھنٹے کے بعد محض سات کلومیٹر دور ہوں جہاں سے میں نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔

شاہراہ آنِ واحد میں ایک سماجی اجتماع کا منظر پیش کر رہی ہے۔ کئی لوگ کاروانوں کی شکل میں محوِ سفر ہیں۔ جب وہ بے قرار ہو اٹھتے ہیں تو اپنے دوستوں یا عزیزوں سے گفتگو کے لئے یا ٹرک میں رکھے کولروں سے فیض یاب ہونے کے لئے نکل پڑتے ہیں۔ ایک ٹرک ڈرائیور بیئر کے ایک کین کو کھولتا ہے۔ دوسرے ڈرائیور بغل کی گلی میں آرام کرنے کی غرض سے مڑ جاتے ہیں۔ ایک شخص اپنی وین کے دروازے سے، میری جانب اشارہ کرتے ہوئے آواز لگاتا ہے، ”ایسی صورتحال میں یہ غنیمت ہے۔“

۶.۳۰ صبح صادق

آٹھ گھنٹوں بعد، شاہ راہ پر ایسی علامتیں دیکھ کر عام حالات میں مجھے اندازہ ہو جاتا تھا کہ ۱۱۲ سے ۱۲۸ کلومیٹر کی رفتار سے چل کر میں محض ۳۰ منٹوں میں گھر پہنچ جاؤں گی۔ لیکن ایسی رفتار کہ جس پر قیام کا گمان ہوتا ہے، ہر عمارت اور ہر علامت واضح طور پر عیاں ہے۔

جیسے ہی دن نکلتا ہے، میں دیکھتی ہوں کہ لوگوں نے کیسی کیسی چیزوں کو رختِ سفر کے طور پر اہم سمجھا ہے۔ ایک کنبے نے یو-ھال (U-Haul) ٹرک لے کر اپنی دور بینی کا ثبوت دیا تھا جس پر پلنگوں اور بستروں کے علاوہ فرنیچر سے لے کر پرندوں کے پنجروں تک ہر سامان کو لادا گیا تھا۔ مہنگے کھلونے اور پانی کی بوتلوں کے ڈبے بھی بھلائے نہیں گئے تھے۔ وینوں اور اسپورٹ کاروں میں چھتوں پر بھی حتی الوسعت سامان لادا گیا تھا۔

میری نظر اس پرانی فلیٹ اسپورٹس کار پر پڑتی ہے جو رات بھر برابر والی لین پر شریک سفر رہی ہے۔ اس میں لگے آئینوں کے پاس ایک پنجڑہ لٹکا ہوا ہے جس میں دو یا تین چڑیاں بھی ہجرت کر رہی ہیں۔ اگلی نشست پر دو چھوٹے بچے اور ڈرائیور سیٹ پر غالباً ان کی والدہ بیٹھی ہیں جن کی گود میں ایک طفل شیر خوار لیٹا ہوا ہے۔

اب ناشتے کا وقت آ گیا ہے۔ جن کاروں میں ایک سے زیادہ مسافر ہیں ان میں سے لوگ نکل نکل کر شاہراہ کی وسطی ریلنگوں اور باڑوں کو پھلانگتے ہوئے ان اسٹوروں کی طرف دوڑ رہے ہیں جہاں ان کی ضرورت کی اشیاء مثلاً کھانے پینے کی چیزیں، گیسولین وغیرہ دستیاب ہوں۔ کچھ لوگ سرائے کی تلاش میں تھے۔ ان کی خوش قسمتی کا انحصار اس پر ہے کہ اسٹور کھلے ہوں اور ان اسٹوروں میں اشیاء خورد و نوش اور پمپوں میں گیسولین موجود بھی ہو۔ ایک ریڈیو اسٹیشن کی اطلاع کے مطابق انخلا کے تمام تر راستوں میں ان چیزوں کی قلّت ہے۔

میں اپنی ایک سہیلی کو فون کر کے یہ بتانا چاہتی ہوں کہ وہ فوراً شہر سے باہر نکل آئے وگرنہ طوفان راستہ مسدود کر دیگا۔ وہ گوگو کی کیفیت میں گرفتار ہو کر حواس باختہ ہو گئی ہے۔ ہیوسٹن کے باشندوں کے سامنے صرف دو راہیں کھلی ہیں۔ یا تو وہ شاہراہ پر لامحدود وقت گزاریں یا پھر گھر پر رہ کر طوفان کا مقابلہ کریں۔ مزید یہ کہ اگر انھوں نے خوش قسمتی سے اپنی کار ٹینک کو ایندھن سے نہیں بھروایا ہے تو سمجھ لیجئے کہ بدبختی نے انھیں آ گھیرا ہے۔ میری سہیلی نے وہیں قیام کا فیصلہ کر لیا ہے۔ الٹا وہ مجھ کو ہی واپس لوٹ آنے کی ترغیب دے رہی تھی۔ تقریباً آدھا دن جو میں نے شاہراہ پر گزارے ہیں اور جس قدر مسافت طے کی ہے؛ یہاں سے اپنی رہائش گاہ واپس جانے میں آدھ گھنٹے سے کم ہی صرف ہوں گے۔

تجربے کی لغویت میں اس خبر نے اور بھی اضافہ کر دیا کہ ریٹا ہم لوگوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے مشرق میں لوئی زیانا کی جانب مڑ سکتا ہے لیکن ریڈیو پر خبر نشر کرنے والے ہیں کہ صبر و تحمل سے

۱۰.۳۴ شب، بھت دیر ھو چکی ھے۔

میں شاہراہ میں داخل ہوتی ہوں اور پھر مجھے اپنی کار کو دفعتاً روکنا پڑتا ہے کیونکہ آگے تاحد نظر کاروں کی بیک لائٹیں نظر آ رہی ہیں۔ نکلتے ہوئے میں عام طور پر گھر فون کر دیتی ہوں کہ میں نکل چکی ہوں تاکہ انھیں اندازہ ہو جائے کہ میں کب تک وہاں پہنچ جاؤنگی لیکن آج میں کہہ رہی ہوں، ”مجھے کچھ اندازہ نہیں کہ میں وہاں کب تک پہنچونگی، ہوسکتا ہے کہ پوری رات سفر میں گزرے۔“ میرے والد صاحب میرے رات کے سفر اور وہ بھی تن تنہا، کی معقولیت پر حیرانی کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن حق تو یہ ہے غور و تامّل کا یہ موقع ہی نہ تھا۔ اگر میں آج رات قصدِ سفر نہ کرتی تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ میں کبھی نہ نکل پاتی۔ مجھے وہاں رہ کر طوفان کا سامنا کرنا پڑتا کیونکہ کل پھر مجھے تاحدِ نظر بیک لائٹوں کا منظر دیکھنا پڑتا اور آج کی طرح گھنٹوں زحمت انتظار اٹھانی پڑتی۔ ہاں یہ فرق ضرور پڑتا کہ ریٹا قریب تر ہو جاتا۔

ستمبر ۲۲، ۱.۳۰ رات

تین گھنٹوں اور مشکل سے دو یا تین میل کی مسافت طے کرنے کے بعد مجھے یہ احساس ہونے لگا، آسٹن تک ۲۴۰ کلومیٹر کا سفر ۸ کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار سے تقریباً ۳۰ گھنٹوں میں مکمّل ہوگا۔ کسی کو اس دردسری کا احساس نہیں ہے۔ لوگ یا تو مسرت آگیں موسیقی کا لطف لے رہے ہیں یا پھر ریڈیو سے کان لگائے بیٹھے ہیں۔ تازہ ترین خبریں صورت حال کو بھیڑ بھاڑ کے وقت کی ٹریفک سے زیادہ اہمیت نہیں دے رہی ہیں۔ ٹریفک کے راستوں اور رفتار کے بارے میں بھی بار بار بتایا جا رہا ہے لیکن یہ بات نہیں بتائی جا رہی ہے کہ ۲۰۰ میل تک کاریں بمپر سے بمپر ملائے رینگ رہی ہیں۔

سڑک پر ۳۰ گھنٹے گزارنے کے لئے میں تیار نہیں ہوں۔ میرے پاس کافی مقدار میں نہ تو کھانا ہے اور نہ ہی پانی۔ مجھے یہ بھی احساس ہے کہ کار میں، سیل فون کو چارج کرنے والا کوئی آلہ نہیں ہے۔ اور سب سے بڑا خطرہ جو مجھے لاحق ہے وہ یہ ہے کہ گیس ختم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ دم گھونٹ دینے والی گرمی اور رطوبت کے باوجود دوسروں کی طرح میں بھی ایئر کنڈیشنر بند کر کے کھڑکیوں کے شیشے اٹھا دیتی ہوں۔